بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے شہیدِ راہِ حق، اے کشتۂ ذوقِ وفا
تیری ہستی تھی سراپا جلوۂ صبر و رضا

تھی نوائے درد تیری وہ صدائے پُرجلال
کانپتی تھی جس سے بنیادِ غرور جاہ و مال

سینۂ مجروح تیرا لالہ زارِ طور تھا
جسکی رنگینی میں پنہاں اک ہجومِ نور تھا

تیری فطرت تھی اک آئینہ جمالِ صدق کا
جسمیں آتا تھا نظر جلوہ حقیقی عشق کا

دل میں تھا رقصاں ترے وہ جذبۂ دیوانگی
شورشِ مستانہ تھی جسکی پیامِ زندگی

تیری شخصیت میں تھی وہ قوتِ سیلِ رواں
جسکی زد کھا کر سنبھل سکتا نہ تھا کوہِ گراں

تھا نگاہوں میں تری پنہاں وہ جذبِ سحر کار
جو بدل دیتا ہے اکثر منظرِ لیل و نہار

تجھکو فطرت نے عطا کی تھی وہ روحِ دردمند
جو بنا دیتی ہے سطحِ آدمیت کو بلند

تیری جانِ سوختہ ساماں کا تھا وہ آشیاں
جسکے تنکوں کی تپش سے کانپتی تھیں بجلیاں

تھی وہ موجِ آتشیں تیری نوائے دردِ دل — کر دیا رگ ہائے افسردہ کو جس نے مشتعل

تیری موجِ اشک تھی وہ رشحۂ ابرِ کرم — ایک ویرانے کو جس نے کر دیا رشکِ ارم

روح تھی تیری سراپا اک شرارِ معنوی — برقِ غیرت مشعلِ ایمان و شمعِ آگہی

محفلِ رنداں میں تھا اک تو وہ رندِ سرفروش — جسکا تھا ہر نعرۂ مستانہ پیغامِ سروش

جسکی ہر موجِ نفس موجِ شمیمِ عطر بیز — عالمِ مستی میں بھی جسکی جبیں تھی سجدہ ریز

تھی وہ کیفیت تری آزادیٔ تقریر کی — جو نظر آتی تھی ان صحرا نشینوں میں کبھی

جنکو کر سکتی نہ تھی مرعوب شانِ خسروی — جو الٹ دیتے تھے اٹھکر تاج و تختِ قیصری

جوشِ حق میں تیرے لب سے نکلی جب گرم نوا — سرد ہو جاتی تھی بزمِ کفر و باطل کی فضا

فاسق[1] و فاجر سہی، تو مجرم و عاصی سہی — پر خدا نے دی تھی تجھکو وہ جبینِ بندگی

جسکی شانِ خود فراموشی تھی معراجِ نیاز — مرحبا گو جسکے ہر سجدے پہ تھی خاکِ حجاز

ذات تھی تیری مدارِ قوتِ اسلامیاں — تو ہجومِ کفر میں تھا نورِ حق کا پاسباں

قصرِ ملت کا ترا ایثار تھا پشت و پناہ — فرشِ گل جسکے لئے تھی سرزمینِ قتل گاہ

دل ترا وہ عاشقِ جاں باز و عالی حوصلہ — زخم کھا کر اور بھی بڑھتا تھا جسکا ولولہ

---

[1] یہ تلمیح مولانا محمد علی مرحوم کے اس مصرع کی طرف ہے: ع اک فاسق و فاجر میں اور ایسی کراماتیں،

نادمِ آخر رہا جو حق پرست و حق شناس
خوفِ انسانی کبھی آنے نہ پایا جسکے پاس

آفریں ہمت پہ تیری اے محمدؐ! آفریں
تونے دنیا کے لیے رسوا نہ کی اپنی جبیں

تو غلامِ مصطفیٰ تھا، خادمِ توحید تھا
بوریاے فقر تیرا مسندِ جمشید تھا

تھا متاعِ سیم و زر سے گو ترا دامن تہی
تیرے سر پر تھا مگر ایمان کا تاجِ شہی

جسکے آگے سطوتِ خاقان و کسریٰ کچھ نہیں
شوکتِ زر، اوجِ دولت، جاہِ دنیا کچھ نہیں

اقتدارِ دُنیوی کا گو نہ مشکل تھا حصول
پر تری غیرت کو ہو سکتا تھا یہ کیونکر قبول

زندگی تیری نہ تھی اقلیم رانی کے لیے
بلکہ تھی شمعِ حرم کی پاسبانی کے لیے

تو فضاے یاس میں وہ کرمکِ شب تاب تھا
جسکے سینے میں نہاں اک جلوۂ نایاب تھا

تو پیامِ آرزو تھا، قوم و ملت کے لیے
تجھکو بھیجا تھا خدا نے حق کی خدمت کیلیے

تو وہ بندہ جو کسی کا بندہ و چاکر نہ تھا
جز خداے دو جہاں جسکا کوئی داور نہ تھا

جسکو فکرِ دوستی تھی اور نہ خوفِ دشمنی
تھا فقط پیغامِ حق جسکا پیامِ زندگی

اک دلِ بیدار، جانِ مست، روحِ پرگداز
رزمگاہِ دہر میں تیرے یہی تھے چارہ ساز

جسکے بل پر پھیر دی تونے عنانِ روزگار
کر دیا باطل فسونِ چشم ہاے سحر کار

جسکے بل پر تیرے لب نے وہ اٹھایا غلغلہ
پڑ گیا ایوانِ استبداد میں اک زلزلہ

جسکے بل پر ناتوانی نے تری دکھلا دیا — ایک دیوانہ بدل سکتا ہے دنیا کی فضا

اور بھی دل درد قومی سے ملینگے بیقرار — اور بھی آنکھیں ملینگی جوشِ غم سے اشکبار
اور بھی سینے ملینگے کشتۂ ذوقِ ستم — اور بھی جانیں ملینگی آشنا سے درد و غم
پر کہاں تیرا وہ جوشِ اضطرابِ بیکراں — پر کہاں تیرا وہ ذوقِ گریۂ آتش فشاں
پر کہاں تیرا وہ احساسِ قیامت آفریں — اور کہاں وہ مست و آشفتہ تری جانِ حزیں
پر ترے دل کا وہ حسنِ سوزِ پنہانی کہاں — اور وہ تیرے اشکِ چشمِ تر کی تابانی کہاں
پر کہاں وہ جذبۂ ایثارِ ایمانی ترا — اور کہاں وہ نغمۂ اخلاصِ روحانی ترا
پر کہاں وہ روح تیری مستِ صہبائے ازل — جسکی آوازے سے گونج اٹھتا تھا ہر دشت و جبل
پر کہاں وہ کیف میں ڈوبے ہوئے نغمے ترے — جو ہلا دیتے تھے قصرِ خسروی کے کنگرے
بے نوائی میں ترا اندازِ شاہی وہ کہاں — تیری خودداری کی شانِ کجکلاہی وہ کہاں
وہ کہاں تیرے جنونِ شوق کی وارفتگی — وہ کہاں تیرے مذاقِ عشق کی شوریدگی

اب نظر آئینگی اربابِ بصیرت کو کہاں — وہ ہجومِ درد میں تیری تبسم ریزیاں
اب ترے ذوقِ ستم کا وہ کہاں کیفِ سرور — فرشِ زندانِ بلا جسکے لیے تھا فرشِ نور
اب کہاں گلشن بداماں وہ ترا ذوقِ نگاہ — تھا ارم جس کیلئے صحرائے بے آب و گیاہ

وہ ترے شورِ سلاسل کا ترنم اب کہاں — تھا جو رندانِ بلاکش کیلئے پیغامِ جاں
وہ مسرت خیز تیرے دل کی غمگینی کہاں — نالہائے درد کی تیرے وہ رنگینی کہاں
وہ کہاں تیرے مذاقِ عشق کا جوش و خروش — وہ کہاں تیرا جنونِ آرزو مینا بدوش
جس کی ہر لغزش پہ قرباں رقصِ موجِ کوثری — جسکی ہر جنبش سے لرزاں سطوتِ اسکندری
اب ملیگا وہ کہاں تیرا دماغِ آتشیں — جسنے خم کر دی بتِ پندارِ مغرب کی جبیں
جسکا آغوشِ تخیل یوسفستاں در کنار — چہرہ افروزِ معانی جسکی فکرِ شعلہ بار
تھا رموزِ عالمِ فطرت کا جو گوہر کدہ — تھا جو احساساتِ تند و تیز کا نشتر کدہ
جس کی وسعت قلزمِ مواج کی پہناوری — جسکی رفعت پر تصدق اوجِ مہرِ خاوری
جسپہ سحرِ شعبدہ پرداز چل سکتا نہ تھا — کوئی دنیاوی اثر جسکو بدل سکتا نہ تھا
جو چراغِ رہنما تھا اہلِ بینش کیلئے — مایۂ صد ناز تھا جو بزمِ دانش کے لیے
کچھ عجب جلووں سے تھی معمور تیری زندگی — تیری شمعِ قلب میں تھی اور ہی کچھ روشنی
اور ہی کچھ جوش و مستی تھی تری آواز میں — اور ہی نغمے تھے تیرے پردہ ہائے ساز میں
تیری مظلومی کے تھے کچھ اور ہی سامانِ جنگ — اور ہی کچھ تھی تری ٹوٹے ہوئے دل کی امنگ
[illegible]

اور ہی اک موج سے مضطر تری مینا میں تھی
یعنی وہ موجِ شرر جو وادیٔ سینا میں تھی

اور ہی تھی فکر تجھکو اور ہی تھا کچھ خیال
اور ہی کچھ چیز تھی تیری خوشی تیرا ملال

لب پہ اوروں کے فقط قوم و وطن کا نام تھا
تیری نظروں میں مگر کل عالمِ اسلام تھا

تھیں اسی کے واسطے ساری تری بیتابیاں
وقف تھی غم میں اسی کے تیری چشمِ خوں فشاں

یعنی پھر جوشِ اخوت سے ہو یہ لبریز جام
مرکزِ حق پر ہو یکجا امتِ خیر الانامؐ

پردۂ محمل سے ہو لیلائے حق پھر جلوہ گر
پھر غبارِ قیس رقصاں نجد میں آئے نظر

محو ہو پھر دہر سے تاریکیٔ کفر و ستم
جلوۂ توحید سے روشن ہو پھر بزمِ حرم

مشتعل ہو پھر شرارِ جذبۂ روحِ حنین
موجزن ہو پھر رگوں میں خونِ معصومِ حسینؑ

تازہ پھر ہو جوشِ ایمانِ خلیلؑ بت شکن
زندہ پھر ہو اسوۂ جانبازیٔ عہدِ کہن

پھر تپش آموزِ جاں ہو ریگِ صحرائے حجاز
سینۂ بے نور میں روشن ہو پھر شمعِ گداز

عکس افگن پھر وہ جلوہ ہو دلِ مہجور میں
محوِ خوابِ ناز ہے جو لالہ زارِ طور میں

جلوہ آرا پھر سرِ فاران ہو وہ شمعِ جمال
جسکے اک پرتو نے پیدا کر دیئے صدہا بلالؓ

پھر تنِ بیجاں میں پیدا ہو وہ زورِ حیدریؓ
کر دیا تھا سرنگوں جسنے حصارِ خیبری

دوشِ مسلم پر ہو پھر وہ صدق و نصرت کا علم
جھک گئے تھے جسکے آگے کجکلاہانِ عجم

پھر نگاہیں سطوتِ فاروقِ اعظمؓ دیکھ لیں — جلوۂ ایثارِ صدیقیؓ کا عالم دیکھ لیں
کیا مقدس خواب تھا اور کیا مبارک آرزو — تا دمِ آخر رہا جس کے لیے بیتاب تو
کتنی وسعت آہ! تیرے اضطرابِ دل میں تھی — شورشِ احساس کتنی تیرے آب و گِل میں تھی

تو کبھی بربادیِ بغداد پر ماتم سرا — اور کبھی پامالیِ ایران پر وقفِ بُکا
اور کبھی ترکانِ عثمانی کے غم میں بیقرار — اور کبھی ویرانیِ شام و عرب پر اشکبار
اور کبھی آزردہ دل مصر و فلسطیں کے لیے — اور کبھی بیتاب اہلِ کابل و چیں کیلئے
اور کبھی خونابہ افشاں مشہدِ بلقان پر — اور کبھی لبریزِ غم مظلومیِ سوڈان پر
اور کبھی مغمومِ قفقاز و بخارا کے لیے — اور کبھی محوِ دعا فتحِ سمرنا کے لیے
اور کبھی اہلِ مراکش کے لیے محوِ فغاں — اور کبھی خاکِ شہیدانِ وطن پر نوحہ خواں
اور کبھی ماتم گسارِ بد نصیبانِ عراق — یاد ہے دنیا کو اب تک جس کا جاہ و طمطراق
اور کبھی ناکامیوں پر غازیانِ ریف کی — چشمہ ہائے خوں اُبل پڑتے تھے آنکھوں سے تری
اور کبھی اہلِ حرم کا دیکھ کر حالِ تباہ — تیرے سینے سے نکل پڑتی تھی عالم سوز آہ
اور کبھی بے حرمتی پر خاکِ بیت المقدس کی — حد سے جاتی تھی گذر بیتابیِ غیرت تری

ہے بجا گر تیری خاموشی پہ ہو ماتم سرا / چپہ چپہ اے محمدؐ! عالم اسلام کا

تو نے ہر مظلوم ہستی کے لیے فریاد کی / آہ! کیا ہمت بھی تھی تیرے دلِ ناشاد کی

جب کبھی آمادۂ غارت گری باطل ہوا / خدمتِ حق کیلئے تو سربکف حاضر رہا

جس جگہ بھی کلمہ گویوں پر گرا بارِ ستم / دوڑ جاتی تھی تری رگ رگ میں برقِ دردو غم

نور و ظلمت کی ہوئیں جتنی بھی جنگ آرائیاں / تو رہا شامل ہمیشہ ان میں با آہ و فغاں

جب کبھی حق نے دیا ذوقِ شہادت کا پیام / سب سے آگے تو نظر آتا تھا سرمست خرام

ہر طرف سے گو ہوائے کفر و شر چلتی رہی / تیری شمعِ سوزِ دل یکساں مگر جلتی رہی

روح میں تیری نہاں وہ قوتِ ایمان تھی / کثرتِ تعداد کی جسنے کبھی پروا نہ کی

تو وہ رندِ مست او وہ دیوانۂ جاں باز تھا / جو صفِ اعدا میں تنہا غلغلہ انداز تھا

تیری خاموشی نہیں اک شخصِ واحد کی وفات / تیری خاموشی سے ہے افسردہ جانِ بزمِ حیات

تو نہیں چپ اے محمدؐ! اک جہاں خاموش ہے / یہ زمیں خاموش ہے یہ آسماں خاموش ہے

اضطرابِ قلب اور آشوبِ جاں خاموش ہے / عشقِ شور انگیز کا سازِ فغاں خاموش ہے

ملتِ مظلوم کا ماتم سرا خاموش ہے / محشرستانِ تمنا کی فضا خاموش ہے

دل تڑپ جاتا تھا جس سے وہ ترانہ خموش ہے / جس سے کانپ اٹھتا تھا باطل وہ اذاں خاموش ہے

وہ جنونِ حشر ساماں آج ہے وقفِ سکوں ‏ گونجتا تھا جسکے ہنگاموں سے چرخِ نیلگوں
شورشِ مستی تھی جسکی موجِ سیلِ بے پناہ ‏ جسکا دستِ شوق تھا صید افگنِ خورشید و ماہ

کردیا خاموش تونے آج اے دورِ زماں ‏ گلشنِ اُمید کا وہ بلبلِ شوریدہ جاں
جو ہجومِ یاس میں بھی زمزمہ پیرا رہا ‏ جو قفس میں بھی پیامِ آشیاں دیتا رہا

وہ شرارہ کردیا افسردہ تونے اے فلک ‏ تھی ضیا بخشِ حریمِ قلب و جاں جسکی چمک
جو ہجومِ سیلِ برق و باد میں رقصاں رہا ‏ شعلۂ نمرود جسکے سوز سے لرزاں رہا

آج تونے کردیا خاموش اے دستِ قضا ‏ وہ جرس تھی جسکے نالوں کی نہ کوئی انتہا
جسنے پائے مضمحل کو کردیا صحرا نورد ‏ جسنے افسردہ دلوں میں بھر دیا طوفانِ درد
جسکی آواز سے دیکر رہگیا ناقوسِ دیر ‏ جاگ اٹھے جسکی صدا سے نغمہ ہائے صدق و خیر
جسکے تیرِ آہ و شیون سے رہے سینہ فگار ‏ مکر و فن، خدع و حیل، ظلم و فسادِ روزگار
موجِ آتش بار جسکے نالۂ دل سوز کی ‏ قصرِ سلطانی کی دیواروں سے ٹکراتی رہی
شورشِ فریادِ حق سے جس کی مانندِ غبار ‏ تھا و مانغ فتنۂ ایام وقفِ انتشار
دفعتہً جس کی صدائے غلغلہ انگیز سے ‏ اقتدارِ سلطنت کے ہوش اُڑ جاتے رہے
گرمیِ ذوقِ نوا سے جسکی تھا آتش بجاں ‏ رہروانِ وادیِ کرب و بلا کا کارواں

مستِ رقصاں کر دیا جسنے فضائے یاس کو — شعلہ افشاں کر دیا جسنے رگِ احساس کو

آج وہ گامِ طلب، وہ عرصہ پیمائے ستم — انقلابِ آسماں نے کر دیا آسودہ دم
حشر درِ آغوش جسکی مستیٔ رفتار تھی — فرشِ گل جسکے لیے ہر وادیٔ پرخار تھی
جو رہا دیوانہ وش بے قوتِ تیغ و سپر — گرم رو آشوب گاہِ زندگی میں عمر بھر
اور بڑھ جاتا تھا جسکا نشۂ ذوقِ خرام — دیکھکر ہر سمت فتنوں کا سرِ رہ اژدہام
جس کا جوشِ عزم تھا نا آشنائے خوف و بیم — تھی سمومِ آتشیں جس کیلئے موجِ نسیم
جسکے ذوقِ رہروی کو اور کر دیتی تھی تیز — وادیٔ آلامِ ہستی کی فضائے شعلہ ریز
ماورائے ماہ و انجم جسکی جولاں گاہ تھی — سوزشِ دل گرمیٔ جاں جسکی شمعِ راہ تھی
جسکی مستانہ روی خطروں سے بے پروا رہی — راہ ناہموار و پر آشوب کی جویا رہی
روحِ استقلال پنہاں جسکی ہر جنبش میں تھی — زندگی کی لہر رقصاں جسکی ہر لغزش میں تھی

آج وہ کلکِ گہر افشاں ہے محرومِ رقم — جسکے آگے سرنگوں تھی قوتِ تیغ و علم
جس کی بیباکی سے لرزاں تھا غرورِ حکمراں — جسکی رعنائی پہ نازاں تھا دبیرِ آسماں
جسکا اک اک حرف تھا معمور حسنِ معنوی — جسکا اک اک نقش تھا لبریزِ نورِ آگہی

جسکی جنبش رقص آموزِ شرارِ روح تھی
جس کی ہر موجِ تراوش آبیارِ روح تھی

جسکی روحسنِ معانی کی تھی موجِ بہار
جو بنا دیتی تھی اک سادہ ورق کو لالہ زار

جسکا اک اک نقطہ تھا ڈوبا ہوا تاثیر میں
تھا جلالِ روح جسکی شوکتِ تحریر میں

زور تھا جسکا فریب و مکر کا بنیاد کن
سر بلندوں کو جھکا دیتا تھا جسکا بانکپن

پردۂ قرطاس پر کیں جسنے وہ گلکاریاں
ہو گئی روشن نگاہِ دیدۂ اربابِ جاں

جس کی نقش آرائیوں سے وہ ٹپکتا تھا جمال
جگمگا اٹھتی تھی سرتاپا شبستانِ خیال

جسکی جولانی تھی آشوبِ دو عالم در کنار
جو ہلا دیتی تھی بنیادِ حریمِ روزگار

جو رواں ہوتا تھا یوں اخلاص میں ڈوبا ہوا
دل کے ٹکڑے صفحۂ کاغذ پہ دیتا تھا بچھا

رشحۂ فیضِ رقم کا جسکے پھیلا وہ اثر
لہلہا اٹھا صداقت کا خزاں دیدہ شجر

جسکی گوہر پاشیوں سے دل منور ہو گیا
زندگی کا نقش فرسودہ اجاگر ہو گیا

جسنے کر دی جبر و استبداد کی نیچی نگاہ
جسکے دامن میں ملی ایمان و غیرت کو پناہ

وہ زبانِ عدل و حق ہے آج محرومِ سخن
جس کو کر سکتا نہ تھا چپ خوفِ زنجیر و رسن

جس کا اک فقرہ جلالِ صدق و ہر فن رہا
[illegible]

جو ہمیشہ کلمۂ توحید کی داعی رہی　　سر پہ گو تلوارِ باطل کی چمکتی ہی رہی
جسنے کردی تازہ رسمِ نعرہ ہائے بیخودی　　جسنے زندہ کردیا ذوقِ نوائے سرمدی
جو سراپا سوز تھی، اخلاص تھی، تاثیر تھی　　اک مجسم نیشتر تھی، شعلہ تھی، شمشیر تھی
جسکے اندازِ خطابت میں تھا وہ سوز و اثر　　دیکھکر جسکا سماں گویا یہ آتا تھا نظر
اڑ رہی ہیں سینۂ پرسوز سے چنگاریاں　　گر رہی ہیں یا فرازِ لامکاں سے بجلیاں
موجزن ہے یا کوئی سرچشمہ احساسات کا　　مشتعل ہے یا کوئی آتشکدہ جذبات کا
یا کوئی دیوانہ گرمِ رقص ہے مینا بدوش　　یا کوئی آشفتہ سر دیتا ہے پیغامِ سروش

آج ہے محرومِ جنبش وہ نگاہِ ہوشیار　　جستجوئے جلوۂ حق میں رہی جو بے قرار
جسمیں جز نورِ محبت کوئی آلائش نہ تھی　　کینہ و بغض و حسد کی جسمیں گنجائش نہ تھی
جس سے اڑتی رہتی تھیں چنگاریاں اخلاص کی　　تھی جو اک تصویرِ رقصاں شدتِ احساس[1] کی

---

[1] میں نے قصداً یہ قافیہ باندھا ہے، میرے نزدیک ایسے الفاظ کا قافیہ جو ہم وزن اور ہم آواز ہوں جائز ہونا چاہیے، قافیہ کا مقصد صرف شعر میں ترنم اور موسیقیت پیدا کرنا ہے، اخلاص اور احساس میں چونکہ موسیقیت باقی رہتی ہے اسلئے شاعر کو اب اتنی آزادی ضرور ملنی چاہیے،

جسکی اک جنبش سے ہو جاتی تھی برہم بزمِ شہر — پست کر سکتا نہ تھا جسکو شکوہِ تاجِ زر
اب کہاں ہوتے ہیں پیدا ایسے شوریدہ مزاج — عالمِ مستی میں ٹھکرا دیں جو اٹھکر تخت و تاج
آہ وہ سینہ! کہ تھا جو حاملِ اسرارِ حق — آہ وہ چہرہ! کہ تھا جو مطلعِ انوارِ حق
آہ وہ دل! کوندتی پھرتی تھیں جسمیں بجلیاں — آہ وہ سر جسمیں شورِ صد قیامت تھا نہاں

ایسی ہستی کو مٹا کر تو نے اے چرخِ کہن — کر دیا برباد اپنی آرزوؤں کا چمن
بزدلوں کو آہ! اب درسِ شجاعت کون دے — گمرہوں کو آہ! اب حق کی بشارت کون دے
کون مایوسوں کو دے کیفِ تمنا کا پیام — ست گاموں کو سکھائے کون آئینِ خرام
تشنگانِ ذوق کو اب جامِ عرفاں کون دے — قیسِ خوابیدہ کو پیغامِ بیاباں کون دے
میکشوں کو اب سکھائے جرأتِ رندانہ کون — گرم کر دے جو فضا کو اب وہ ہے دیوانہ کون
خستگانِ راہ کو پہنچائے اب منزل پہ کون — برق بنکر گرنے والا ہے صفِ باطل پہ کون
رکھنے والا سینہ و سر اب تہِ خنجر ہے کون — مرنے والا شوکتِ دینِ محمدؐ پہ ہے کون
اب کسے دکھلائے اپنا جلوۂ عالم فروز — دے شعاعِ برقِ ایمن اب کسے پیغامِ سوز
کس کا سینہ اب بنے تیرِ حوادث کا ہدف — کون اب آئے نظر راہِ طلب میں سر بکف

کون ہے اب جو کرے دار و رسن کا سامنا
کون ہے اب جو تہِ خنجر نہ ہو شکوہ سرا

اب جفاؤں پر دعائیں دینے والا کون ہے
نام تیرا اے جنوں اب لینے والا کون ہے

اہلِ تمکیں کو سکھائے لغزشِ مستانہ کون
اب سنائے داستانِ دردِ بیتابانہ کون

زندگی کا راز ناوانوں کو اب سمجھائے کون
ساکنانِ دیر کو راہِ حرم بتلائے کون

گرم کس کے دم سے ہو اب مجلسِ اربابِ حال
اب دلائے کون یادِ عہدِ سلمانؓ و بلالؓ

بے حسوں کو کون دے اب دعوتِ ذوقِ جہاد
کون ہے اب رکھنے والا صرف حق پر اعتماد

کون ہے اب وادیِ الفت میں ایسا جاں نثار
جانبِ زنداں بڑھے جس کا قدم مستانہ وار

کس کے پہلو میں ہے اب ایسا دلِ شورش ادا
پردۂ در جو الٹ دے بڑھ کے بزمِ ناز کا

آہ! کن کن خوبیوں کا ہم تری ماتم کریں
مرنے والے! تیری فرقت کا کہاں تک غم کریں

پیکرِ خاکی ترا ہو گرچہ آنکھوں سے نہاں
پر ہیں تیری روح کی باقی شرر افشانیاں

تیری صورت گرچہ دنیا اب نہ دیکھے گی کبھی
تو نے چھوڑا ہے مگر وہ نقشِ سوزِ زندگی

جو ضیا گستر رہیگا تا قیامِ روزگار
جس کے جلووں کو مٹا سکتے نہیں لیل و نہار

ہو گئی گو تیری مشتِ خاک نذرِ ابر و باد
پر دلوں کو مشتعل کرتی رہیگی تیری یاد

آج گو محفل ہے خالی تیرے نغموں سے مگر　　مٹ نہیں سکتا ترے نام مبارک کا اثر
کچھ نہیں پروا اگر تو آج ہے ہم سے جدا　　اسوۂ ایثار کافی اے محمدؐ ہے ترا
وادیٔ آلام میں تقویت جاں کیلئے　　رزمگاہ شر میں حفظ دین و ایماں کیلئے
گو محبت آفریں تیری نگاہیں اب نہیں　　گو ہلانے والے دلکی تیری آہیں اب نہیں
پر تری خاکسترِ دل شعلہ افشاں ہے ابھی　　پر ترا آئینۂ اخلاق تاباں ہے ابھی
پر ہے یادِ نغمہ تیری نغمہ خوانوں میں ابھی　　گونجتی ہے پر تری آواز کانوں میں ابھی

تو وہ تھا جانباز جو مر کر فنا ہوتا نہیں　　جو کبھی آسودۂ ذوقِ جفا ہوتا نہیں
اس زمانہ میں تھا تو ان اہل جاں کی یادگار　　جو رہِ آشوب گاہِ عشق میں مستانہ وار
زخم کھاتے جاتے ہیں اور مسکراتے جاتے ہیں　　داستانِ ذوق و شوق اپنی سناتے جاتے ہیں

تیرے حق میں کیا اٹھائیں اپنا ہم دستِ دعا　　مرکے یہ عالم ہو جسکی رفعتِ تقدیر کا
روح ہے ہمرازِ اہلِ بزمِ فردوسِ بریں　　جسم ہے آغوشِ خاکِ قدس میں راحت گزیں
یہ سعادت ہوتی ہے ان زندہ روحوں کو نصیب　　ہے پیامِ عیشِ جاں جنکے لئے جورِ حبیب

ہم سنائیں تا کجے اپنی تجھے آہ و فغاں — جا کہ تیری منتظر ہے محفلِ روحانیاں
اب نوائے گرم اپنی قدسیوں کو بھی سنا — خلد والوں کو بھی اب سوزِ جگر اپنا دکھا
بابِ رحمت کھول دے رضوان! حریمِ خلد کا — جا رہا ہے جاں نثارِ راہ اخلاص و وفا
بندۂ توحید ہے، گو عاصی و مجرم ہے یہ — بارگاہِ سرورِ کونین کا خادم ہے یہ

جا مبارک ہے احمد! تجھکو جنت کی بہار — مضطرب تیرے لیے تھی رحمتِ پروردگار
دل ترا وقفِ رضائے خالقِ ارض و سما — جان تری پروانۂ شمعِ شبستانِ حرا

تو علم بردار تھا توحیدِ ابراہیمؑ کا
مستحق ہے تو یقیناً کوثر و تسنیم کا

"مرزا احسان احمد"

(طابع محمد اویس وآرتی)

URDU SECTION